بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

انتخابات کا مرحلہ قریب ہونے اور حالات کی نزاکت کے ساتھ ساتھ اسلام پہ دل و جان سے ایمان رکھنے والے علماء حق کی جماعتوں کے باہمی اتحاد اور اتفاق کی ضرورت کا احساس بھی شدّت سے بڑھتا جا رہا ہے مگر وا اسفا کہ باطل کے خلاف آہنی دیوار اور جسدِ واحد بن جانے کی بجائے علماء کرام کا باہمی اختلاف اور افتراق بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ اور اب تو طرفین سے جذبات کی شدت ایسے مرحلہ میں داخل ہوگئی ہے کہ اتفاق اور مفاہمت کی ساری کوششیں رائیگاں معلوم ہونے لگی ہیں۔ اور یہ اس دور کا ایک ایسا المیہ ہے جس کا خمیازہ ہمیشہ کیلئے پوری ملت کو بھگتنا پڑے گا۔ ہمارا حسنِ ظن ہر حال میں یہی ہے کہ یہ اختلاف مشرب اور مسلک یا مقاصد اور عزائم کا نہیں، طریق کار اور سیاسی موقف کا ہے مگر اس نے ایک دوسرے کی تحقیر و استخفاف، بہتان تراشی اور الزام و جواب الزام کا رنگ اختیار کر لیا ہے۔ اور فائدہ اگر پہنچ رہا ہے تو بدعات اور خواہشات کے طلبگاروں، باطل کے علمبرداروں اور لادینیت کے دعویداروں کو ——— اس حقیقت سے شاید ہی انکار کیا جا سکے۔ کہ ہماری اسی باہمی طعن و تشنیع سے بحیثیت مجموعی پورے دین اور شعائر دین علماء اور اہل حق کی بے وقعتی ہو رہی ہے۔ ہم اپنے ہاتھوں طبقہ علماء کی تضحیک کا سامان پیدا کر رہے ہیں۔ اور اس صورتحال سے قبل اہل باطل کے کسی بلاک کو (خواہ اس کا تعلق دائیں بازو سے تھا یا بائیں سے) علماء کرام کے خلاف اس جرأت اور بیباکی سے زبان درازی کرنے کی جرأت نہ تھی جو اب اس باہمی اختلاف کے بعد پیدا ہوگئی ہے۔ سامراج نواز جاعتیں علماء کے ایک گروپ کو آڑ بنا کر تمام علماء کے خلاف اپنے دیرینہ جذبات کی آگ بجھانا چاہتی ہیں۔ ان کی عداوت صرف مفتی محمود یا مولانا ہزاروی سے نہیں بلکہ ان تمام علماء سے ہے جن کے مجاہدانہ مساعی نے ان کی استعماری یا دین میں تحریف کی کوششوں کو خاک میں ملا دیا تھا۔ اس طرح کمیونسٹ بلاک اور سوشلسٹ ذہنیت بھی تھانوی جماعت (مرکزی جمعیۃ) کو نشانہ بنا کر ان تمام شعائر اور ضروریات دین تک کا استخفاف کرنا چاہتا ہے جو آگے چل کر ان کے لادین عزائم میں سدِّ راہ بن سکتے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ وقت آنے پر سارے علماء متحد ہو کر ان کے ملحدانہ مقاصد کو ہرگز نہ پنپنے دیں گے۔ تو کیوں نہ آج علماء کے ایک گروہ کو نشانہ

بنا کر وہ تمام اسلحہ بے کار کر دیا جائے جو آئندہ ہمارے خلاف استعمال ہو سکتا ہے۔ اسی طرح سامراجی ذہنیت کا حال ہے جو تھانوی حضرات کی پناہ لیکر علماء کی ایک بہت بڑی قوت سے نمٹنا چاہتی ہے۔ دونوں ذہنیتوں کا پریس اس کی مثالوں سے بھرا پڑا ہے۔ مثال کے طور پر کراچی کے ایک کمیونسٹ ہفت روزہ کا فتویٰ نمبر ہمارے سامنے ہے — ایک کم سواد طالب علم ۱۱۳ علماء کے فتویٰ کے بارہ میں کچھ رائے دینے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس فتویٰ کے عوامل یا محرکات مخلصانہ تھے، یا اسکی پوزیشن کلمۃ حق ارید بہ الباطل۔ یا خوارج کے نعرۂ ان الحکم الا للہ جیسی تھی۔ فتویٰ دینے والے بہت سے اکابر کا اخلاص تدین اور تقویٰ اس رائے قائم کرنے سے ہمیں روک رہا ہے اور یہ فیصلہ بھی سیاسی تدبر اور سوجھ بوجھ والے حضرات ہی کر سکتے ہیں کہ موجودہ اشتعال، اضطراب اور غلط فہمیوں بھری فضا میں کسی علمی اور دینی انحصار ٹی —— حق فتویٰ —— کو اتنی بے دردی سے خارزار سیاست میں الجھانا بہتر تھا یا نہیں۔ دلوں کا بھید اللہ ہی جانتا ہے۔ ہم بہر حال حسن ظن پر مامور ہیں۔ اکابر کی باتیں اکابر ہی سمجھ سکتے ہیں۔ مگر مذکورہ شمارے کا خاص نمبر بجائے اسکے کہ فتویٰ کے بزعم خویش محرکات اور عوامل کو نشانا بناتا اور اگر اسے اس خاص فتویٰ سے اختلاف تھا تو اس کے اغراض و مقاصد کو مشتبہ ٹھہراتا مگر اسلام کے دائرہ اور حدود کو بہر حال تسلیم کر کے علماء حق کے مسلّمہ حق افتاء کو تسلیم کرتا کیونکہ کسی ایک ڈاکٹر کی تشخیص اگر غلط سمجھ لی جائے تو دنیا بھر کے معالجوں سے علاج اور تشخیص کا حق نہیں چھینا جاتا۔ مگر نہیں بجائے اس کے اس ضخیم نمبر میں اول تا آخر تمام شعائر دین کا استخفاف کیا گیا۔ چودہ سو سالہ تاریخ کے اکثر فتووں کو نشانۂ تضحیک بنایا گیا —— خلیفہ عبدالحکیم جیسے تجدد زدہ لوگوں کے علماء دشمن فرسودہ مضامین کی تشہیر کی گئی اور تمام علماء کو کلیسا کے راہبوں اور فریسیوں سے تشبیہ دی گئی اور پھر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ اسلام گویا ایک ایسا لیسدار گوند ہے جو ایک دفعہ چپک جائے تو کفر و الحاد کے کسی غلیظ تالاب میں عمر بھر غوطے لگاتے رہنے سے بھی زائل نہیں ہو سکتا نہ پچھلے چودہ سو سال میں کسی کو یہ حق یا اہلیت نصیب ہوئی ہے جو کسی فرد یا گروہ پر کفر اور الحاد کا فتویٰ لگا دے —— یہ سارا مواد اس خطرناک لادینی ذہنیت کی غمازی کر رہا ہے کہ ان لوگوں کو علماء کے کسی گروہ سے گروید گی ہے نہ عداوت —— دشمنی ہے تو تمام اسلامی شعائر اور اسلام کے علمبردار علماء کرام سے ہے ورنہ وہ کسی ایک فتویٰ سے اختلاف کی آڑ میں خیر القرون سے لیکر اب تک تمام علماء امت کو اپنے تمسخر کا نشانہ نہ بناتے —— وہ سب کو اپنی راہ کا

سمجھتے ہیں اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے نہ تو تھانوی حضرات گوارا کر سکیں گے نہ مفتی محمود کی جمعیۃ العلماء اسلام۔ دوسری مثال ان لوگوں کی ہے جو نصف عدی سے اسلام کے واحد اجارہ دار بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کی جرأت رندانہ نے علماء اور مجددین امت تو کیا اسلام کی اولین جماعت (جو پورے اسلام کیلئے شاہد عدل کی حیثیت رکھتی ہے۔) صحابہ کرامؓ تک کو معاف نہیں کیا وہ دین اور اصول دین کی ایک ایک کڑی پر مشق ستم کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اپنے خلاف کسی بڑے سے بڑے خدا ترس اور متبحر عالم کی تنقید بھی گوارا نہیں کر سکتے اور ان کی نگاہ میں بھی علماء حق کی حیثیت ان فریسیوں جیسی ہے جو ان کے زعم باطل میں اسلام کے احبار و رہبان بن چکے ہیں — علماء حق کی ایک مضبوط جماعت بلکہ سب کے سب دینی مسئولیت کی بناء پر اول دن سے ان کے مکروہ ارادوں کو بے نقاب کرتی چلی آ رہی تھی۔ اور یہ لوگ دلوں میں تمام علماء کے خلاف نفرت اور عداوت کے جذبات پروان چڑھا رہے تھے شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ اور مولانا لاہوریؒ سے لیکر کسی دینی مدرسہ کے ادنیٰ طالب علم اور کسی مسجد کے خطیب تک سب کے سب ان لوگوں سے امت کو متنبہ کرتے چلے آ رہے تھے —— مگر بدقسمتی یا ان لوگوں کی درپردہ عیاریوں کی وجہ سے علماء دیوبند کی صفوں میں شگاف پڑ جانے سے انہیں سہارا ملا اور ساری تنظیم پورا پریس چند افراد کو سوشلسٹ اور ملک دشمن ہونے وغیرہ کا طعنہ دے دیکر تمام علماء حق کے خلاف نفرت اور بے زاری کی فضا قائم کرنے پر تل گئے بظاہر ان کا نشانہ جمعیۃ العلماء اسلام ہے مگر تھانوی اکابر سے بھی وہ اپنے بارہ میں کسی ادنیٰ مخالفت یا کسی سنجیدہ اور علمی تنقید برداشت کر سکنے کا حوصلہ اپنے اندر نہیں پا سکتے اور بحیثیت مجموعی وہ ایک گروہ کی آڑ لیکر عمر بھر کا جذبۂ انتقام سب کے خلاف نکالنا چاہتے ہیں۔ الغرض اس قسم کے تمام لوگ اس اختلاف کو خوب خوب ہوا بھی دے رہے ہیں۔ اور فائدہ بھی اٹھا رہے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کے حق میں اس اختلاف کے مضر ہونے کی دہائی بھی دے رہے ہیں۔ اور اس طرح ایک تیر سے کئی شکار کھیلے جا رہے ہیں —— ان حالات میں صاف دل اور خالی الذہن مخلص مسلمان بجا طور پر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے ہیں، کہ علماء کے اس باہمی [illegible] میں وہ کونسا راستہ منتخب کریں۔ نتیجۃً دھچکہ پورے اسلام اور اسلامی مقاصد کو لگ رہا ہے۔ طرفین کے سامنے تو عموماً اعتقاد اور محبت رکھنے والے اور جذباتی لوگوں کا ہجوم ہوتا ہے اور چاروں طرف سے مرحبا اور تحسین کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ مگر عام لوگ جو المناک تبصرے اسی اختلاف و افتراق کے بارہ

میں کرتے ہیں۔ دونوں طرف کے اکابر کو بہت ہی کم اس کا سامنا کرنے کا اتفاق ہوتا ہے سننے والے تڑپ اٹھتے ہیں۔ مگر فریاد کریں تو کس سے ؟ پھر شکوک وشبہات کی بوجھل فضاؤں میں چھوٹوں کی بات بڑوں پر کب اثر انداز ہو سکتی ہے۔ پھر اپنی ویرانی اور بربادی کا ماتم وشیون کرنا کس کے بس میں ہے ؎

قوی هم تتلوا امیم اخی   واذا رمیتهم لیصیبنی سهمی

صد حیف کہ جو جماعت اشداء علی الکفار رحماء بینھم کا ایک جیتا جاگتا نمونہ تھا اور جو لوگوں کو لبشّرا ولا تنفّرا کا سبق دینے پر مامور تھا اور جس کی دعوت پوری امت مسلمہ کو یہ بھی کہ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم۔ (آپس میں مت لڑو ورنہ تم میں سستی اور کمزوری آجائے گی اور دشمن کے مقابلہ میں تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔) —— اور جسے قریبی اسلاف نے بھی اختلاف رائے کے باوجود ایک دوسرے کی قدر و منزلت میں اپنی جان چھڑکنے کا درس دیا تھا، جو فرق مراتب نہ کرنے کو زندقہ سے کم نہ سمجھتے تھے —— اور وہ جو خلق مجسم تھے، جن کی محبت بھی اور بغض بھی خالص اللہ ہی کے لئے ہوتا تھا۔ اس قدوسی طبقہ کے وارث آج بر سر بازار ایک دوسرے سے برسر پیکار ہو کر دشمنوں کی شماتت کا سامان کر رہے ہیں۔ فالرزیة کل الرزیة۔ خلوص کی جگہ نفسانیت اور حمیت دین کی جگہ تعصب اور تحزب نے لے لی۔ فانّا للہ وانا الیہ راجعون۔ ؎

یاناعی الاسلام قم فانعه   قد زال عرف وبدا منکر

یہ سطور لکھتے وقت ایک طرف اپنے موجودہ قابل احترام بزرگوں کی عظمت اور بلندی اور اپنی بے مائیگی وپستی ایک حقیقت مجسّم بنکر سامنے کھڑی ہو گئی ہے۔ دوسری طرف اس جرأت رندانہ پر دل و دماغ لرزاں و ترساں ہے کہ کہیں اس نالۂ نارسا کو شوخی اور گستاخی سمجھ کر موردِ عتاب نہ بنایا جائے۔ مگر یہ داستان ویرانی بھی اپنی ہی ہے۔ اور شکوہ و ماتم بھی اپنے آشیانے کا ؎

اے چشم اشکبار ذرا دیکھ تو سہی   یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

★

ربیع الاوّل کے دوسرے ہفتہ میں ڈھاکہ کی مقامی سیرت کمیٹی کی دعوت پر حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کی معیت میں راقم الحروف اور محترم قاری سعید الرحمان صاحب کو ڈھاکہ جانا پڑا۔